ان تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی شخص ہماری تھیاکریسی کو پاپایانِ روم کی قائم کردہ تھیاکریسی سے مشابہ قرار دے تو بہرحال ہم اسے اس کی آزادیٔ رائے سے محروم کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ مگر یہ ضرور عرض کریں گے کہ یہ رائے علم و دلیل سے آزاد ہے۔

کنوز کا نصاب زکوٰۃ

سوال: تمام کتب فقہ میں مذکور ہے کہ چاندی کا نصاب زکوٰۃ دوسو درہم (۵۲½ تولہ) ہے اور سونے کا بیس دینار (۷½ تولہ)، اور علماء فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس چاندی اور سونا دونوں ہوں اور ہر ایک نصاب مقررہ سے کم ہو تو اس صورت میں سونے کی قیمت چاندی سے لگا کر یا چاندی کی قیمت سونے سے لگا کر ــــــ دونوں میں سے جو صورت بھی انفع للفقراء ہو ــــــ مجموعہ کو دیکھیں گے۔ یہاں تک تو بات صاف ہے۔ لیکن یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر صرف چاندی ہو تو چاندی کا نصاب ہوگا اور اگر صرف سونا ہی سونا پاس ہو تو سونے کا نصاب حساب کی اساس ہوگا۔ اس بنا پر لازم آتا ہے کہ اگر کسی کے پاس صرف ساٹھ روپیہ ہے تو اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔ مگر جس کے پاس صرف چھ تولہ سونا ہے وہ زکوٰۃ سے بری ہے حالانکہ مالدار ہونے کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو موجودہ نرخ کے اعتبار سے وہ تقریباً ۵۰۰ روپیہ کا مالک ہے۔ بہرحال علماء کے فتوے شخص اول پر زکوٰۃ فرض قرار دیتے ہیں اور شخص ثانی پر زکوٰۃ عائد ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن کم مالدار سے اخذِ زکوٰۃ اور کثیر المال کو چھوڑ دینا تعجب انگیز بات ہے۔ میں تو اپنی جگہ یہ سمجھا ہوں کہ زمانۂ قدیم میں چاندی اور سونے کی مالیت میں وہ نسبت نہ تھی جو آج کل ہے۔ آج کل تو ۱ : ۷۵ یا ۱ : ۸۰ کی نسبت ہے مگر دورِ نبوی میں تقریباً ۱ : ۷ کی تھی۔ زکوٰۃ کی فرضیت میں مالیت کا اعتبار کیا گیا ہے اور ۱۴۰ مثقال چاندی کنوز کا بنیادی نصاب زکوٰۃ ہے۔ نبی صلعم نے زکوٰۃ کا نصاب معین کرتے ہوئے اسی چاندی کی مقدار کو ذکر فرمایا۔ اس دور میں ۱۴۰ مثقال چاندی کی مالیت کا سونا چونکہ ۲۰ مثقال (۷½ تولہ) ہی بنتا تھا، اس لیے یہ نصاب قرار پا گیا۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ

تا قیامِ قیامت سونے کی زکوٰۃ کے لیے ۷½ تولہ ہی مستقل نصاب معین رہے۔ بلکہ سونے کی وہ مقدار نصابِ زکوٰۃ ہوگی جو ۵۲½ تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو یعنی جس شخص کے پاس صرف سونا ہو وہ اس کی قیمت لگا کے دیکھے کہ اگر وہ ۵۲½ تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جاتی ہے یا اس سے بڑھ جاتی ہے تو اس پر زکوٰۃ ادا کرے۔ میرے اس خیال کی تائید نہ کسی کتاب کی فقہی عبارات کرتی ہیں، نہ علمائے وقت ہی اسے تسلیم کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں، اس وجہ سے مجھے اپنی رائے پر اعتماد نہیں ہے۔ آپ جس پہلو کو مرجح قرار دیں میرے لیے موجبِ اطمینان ہوگا۔

جواب: (۱) آپ کا خیال اس حد تک تو درست ہے کہ نبی صلعم کے زمانہ میں چاندی اور سونے کی نسبت ۱:۷ ہی تھی جو نصاب کی مقدارت سے معلوم ہوتی ہے، یعنی ۵۲½ تولہ چاندی = ۷½ تولہ سونا۔ لیکن آپ کے اس خیال سے مجھے اتفاق نہیں ہے کہ اب نسبتوں میں جو عظیم الشان فرق ہو گیا ہے اس کی بنا پر چاندی یا سونے کے نصاب کو تبدیل کر دیا جائے۔ اس کے وجوہ یہ ہیں:

(۱) یہ طے کرنا مشکل ہے کہ اصل سونے کو قرار دیا جائے یا چاندی کو، یعنی سونے کا نصاب چاندی کی قیمت کے معیار پر گھٹایا بڑھایا جاتا رہے یا اس کے برعکس، جس چیز کو بھی معیار قرار دیا جائے گا وہ ایک غیر شرعی چیز ہوگی، کیونکہ شارع نے دونوں کا حکم مستقلاً الگ الگ بیان کیا ہے اور کوئی اشارہ تک ایسا نہیں ہے جس سے یہ بات نکلتی ہو کہ سونے اور چاندی میں سے کسی ایک کو دوسرے کے لیے معیار قرار دیا جائے۔

(۲) سونے اور چاندی کی قیمتوں میں نسبتیں آئے دن بدلتی رہتی ہیں اور ان دائمی تغیرات کی وجہ سے کوئی ایک مستقل شرعی حکم باقی نہیں رہتا۔ اگر سونے اور چاندی کی مقداروں کے بجائے کسی ایک کے نصاب کو دوسرے کی آئے دن بدلنے والی قیمتوں پر موقوف کر دیا جائے۔

(۳) جو مشکل آپ نے سونے اور چاندی کے معاملہ میں بیان کی ہے وہی بکریوں، اونٹوں، گایوں بھینسوں اور گھوڑوں کے نصاب میں بھی پیش آتی ہے۔ کیونکہ ان کی قیمتوں کی باہمی نسبتوں میں بھی مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں بہت بڑا فرق ہوتا رہتا ہے، اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے